شیخ احمد سرہندی کے تجدیدی کارنامے

Sheikh Ahmad Sir Hindi's Reformative Steps

ڈاکٹر طاہر خان*

ABSTRACT

History itself is an evidence of the fact that whenever Islam faced any danger, it was saved by personalities, who through their spiritual power not only saved it but gave it a new life. Shaykh Ahmad Sirhandi (1564-1624) popularly known as Mujadid Alf Thani (reviver of Islam during the second millennium) was an Indian Islamic scholar from Punjab. He belonged to Naqshbandi Sufi school of thought.

In the times of Shaykh Ahmad Sirhandi, Islam was under great threat. Its future was unpredictable, its spirit was deteriorated and its teachings were misinterpreted. Akbar's policy of 'divine faith' and religious syncretism welcomed the anti-Islamic ideologies; at this hour of turmoil Mujadad Alf-Sani came in front to restore and revive the glory of Islam.

The revival movement of Shaykh Sirhindi crusaded against all evils prevailing in the socio-politico-religious sphere of the community of India. Religiously, his movement became an antithesis of Akbar's Divine Faith and his Philosophy as irreconcilable to Akbar's reconciliation with Hinduism and Christianity. Socially, the Muslim community had become a victim to adulteration with socio-religious practices of Hinduism. The enforcement of Din-e-Elahi badly affected the Muslim fundamentalism and their spirits towards Islam. Politically, Akbar's concept of sovereignty such as Zil-e-Elahi made another attack on Islamic concepts of sovereignty of Allah and the practice of prostration before the emperor demoralized the Islamic concept of the supremacy of God. Spiritually and ideologically, the Muslims were discomfited and scattered.

Shaykh Sirhindi undertook the job of purifying Muslim society off un-Islamic tendencies by sending a number of his disciples in all directions to preach true Islam. He exposed the fallacy of Din-e-Ilahi and came out with full vigour the influence of that satanic creed. He worked hard to restore the original teachings of Islam and emphasized the concept of "Tauheed".

Keywords: *Shaykh Ahmad Sirhandi, Mujadad Alf-Sani, Akbar, Din-e-ellahi, movement.*

---

* سینئیر ٹیچر، ایف جی ہائی سکول، واہ کینٹ

شیخ احمد سرہندی نے اپنی اصلاحی تحریک کا آغاز قیام آگرہ سے شروع کیا، لیکن اس کا باقاعدہ آغاز خواجہ محمد باقی باللہ کی بیعت کے بعد ۱۵۹۹ء میں ہوا۔ اکبر بادشاہ کے عہد کے آخری سالوں میں آپ کا زیادہ تر قیام لاہور اور سرہند میں رہا۔ اس وقت آپ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اکبر بادشاہ کے قہر اور جبر کے سامنے خاموش تبلیغ و اصلاح کا کام کیا۔ شہنشاہ اکبر کی وفات کے بعد آپ نے اعلانیہ تبلیغ و اصلاح شروع کی۔

خواجہ باقی باللہ کے توسط سے آپ کے مراسم اعیانِ مملکت سے قائم ہو چکے تھے۔ آپ نے اپنے ذاتی کردار سے بھی بہت سے افراد کو متاثر کیا۔ شیخ احمد سرہندی نے تبلیغ و اصلاح کے مختلف طریقے اور ذرائع استعمال کر کے ٹھوس اور عملی اقدامات کیے۔ آپ نے عہد اکبری میں خرابیاں پیدا کرنے والے اسباب کا پتہ چلا کر ان کا تدارک کیا۔ بادشاہ اور عوام اتباع شریعت سے فرار چاہتے تھے۔ غیر مسلموں کے افکار و خیالات اپنا کر وہ دین اسلام سے دور ہو گئے۔ بعض غلط کار صوفیا نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ کر دیا اور شریعت کی پابندی عام کیلئے ضروری قرار دی اور خواص کو اس سے مستثنیٰ کر دیا۔

وحدۃ الوجود[۱] کے نازک ترین نظریے کی غلط تشریح سے عوام میں قیامت برپا ہو گئی۔ اس کے مطابق کائنات میں اللہ کے علاوہ کوئی وجود نہیں ہے۔ لوگوں کیلئے یہ الجھن پیدا ہو گئی کہ جب سب کچھ وہی ذات ہے، تو پھر کس کی عبادت کی جائے؟ اس طرح ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جو عبادت اور جنت و دوزخ کا قائل نہ تھا۔ شیخ احمد سرہندی نے اصلاح کیلئے انقلابِ سلطنت کی بجائے نظریاتِ سلطنت کی تبدیلی کو مفید تصور کیا، اس طرح آپ نے بادشاہ وقت کی اصلاح سے پیشتر کارکنان کی اصلاح کی۔

تجدیدی طریقہ کار کی ترتیب

الف: غیر سرکاری سنجیدہ طبقہ کی اصلاح

ب: ارکان دولت کی اصلاح

ج: بادشاہ وقت کی اصلاح

اللہ نے آپ کی عظمت، جلال اور محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جن کو حکومت میں اثر و رسوخ حاصل تھا، آپ نے از خود ان کی تعلیم و تربیت فرمائی اور خیالات و افکار کو درست کیا۔ شریعت اسلامی اور نبوت محمدی کی صداقت پر ان کا از سر نو اعتقاد بحال کیا اور ان ہی لوگوں کے ذریعے حکومت وقت کا صحیح رخ متعین کیا۔ خلق خدا کی

---

(۱) اس نظریے کا بانی شیخ محی الدین ابن عربی ہے۔ اس نظریے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور وہ خود ان اشیاء کا جوہر اصلی ہے۔ (سید قاسم محمود: اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص:۶۹)

ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ آپ نے ہر شہر و دیار میں ایک ایک خلیفہ کو بھیج رکھا تھا جو اپنے کام میں بہت ماہر تھے۔[۱] دربارِ اکبری اور جہانگیری کے کئی ممتاز ارکان عبد الرحیم خانِ خاناں[۲]، دراب خان[۳]، خان اعظم[۴]، خان جہاں حسین قلی خان[۵]، قلیج خان[۶]، ابو الفضل، فیضی اور شیخ فرید بخاری[۷] کو آپ نے اپنا حلقہ بگوش بنالیا تھا۔

شیخ احمد سرہندی نے حسب ضرورت عدم تشدد کا طریقہ اپنا کر تبلیغ و اصلاح میں سنت محمدی کی یاد تازہ کر دی، جس سے کفر و بدعت کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔

نبوت محمدی پر اعتقاد

شیخ احمد سرہندی نے اپنی اصلاح کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اعتقاد پر رکھی۔ یہ آپ کے اصلاحی کاموں کی بنیاد اور تجدیدی کاموں کا اصل سرچشمہ ہے۔ آپ نے تجدیدی اقدام سے ان فتنوں کا تدارک کیا جو عالم اسلام کے اعتقادی، فکری اور روحانی نظام کیلئے خطرہ بنے ہوئے تھے۔ ایران کی نقطوی تحریک[۸] نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی بقاء اور دوام کے خلاف بغاوت کی اور اعلان کیا کہ آپ کی نبوت کے ایک ہزار سال پورے ہوگئے ہیں، لہذا اب عقل کی بنیاد پر مذہبی رہنمائی کا نیا دور شروع ہو گا۔ اس تحریک کا مرکز ایران اور ہندوستان تھا۔ اسی تحریک نے

---

(۱) نورالدین جہانگیر، تزکِ جہانگیری، (مترجم) مولوی احمد علی رام پوری، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص:۲۷۵

(۲) آپ اکبر کے مشہور اتالیق بیرم خان کے خلفِ رشید تھے۔ اکبری دربار میں ان کو خاصا اثر و رسوخ حاصل تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ دربار جہانگیری کے بھی اہم رکن تھے۔ (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سیرت مجدد الف ثانی، ص:۱۳۱)

(۳) یہ خانِ خاناں کا فرزند تھا۔ (مولانا سید محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، ص:۱۶۴)

(۴) آپ اکبر اور جہانگیر کے ممتاز رکن تھے۔ اصلی نام مرزا عزیز تھا۔ یہ اکبر کا رضاعی بھائی تھا۔ مرزا عزیز کو اکبر کی مذہبی بدعتوں سے نفرت تھی۔ (شیخ محمد اکرام: رودِ کوثر، ص:۱۴۳)

(۵) یہ بیرم خان کے بھانجے تھے۔ اکبر کے دور میں منصب پنج ہزاری پر فائز تھے۔ عہدِ جہانگیری کے بھی اہم رکن تھے۔ جہانگیر ان کی بات کو سنتا اور مانتا تھا۔ (مولانا سید محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، ص:۱۷۲)

(۶) یہ اکبر کا بہترین جرنیل تھا۔ اس نے سورت کے مضبوط قلعے کو فتح کیا۔ متقی اور کٹر سنی تھا۔ (شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، ص:۱۳۹)

(۷) یہ اکبر کے زمانے میں میر منشی تھے۔ تخت نشینی کی جدوجہد میں جہانگیر کا ساتھ دیا ان کو صاحب السیف والقلم کا خطاب ملا۔ (شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، ص:۱۳۹)

(۸) اس تحریک کا بانی محمود پسیخوانی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز خاک سے پیدا ہوئی ہے اور خاک کیلئے وہ نقطہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ محمود پسیخوانی نے قرآن کو اپنے مطالب میں بیان کرنے کیلئے حرفوں اور نقطوں کی مدد لی۔ اس لیئے اس فرقہ کو نقطوی یا اہل نقطہ کہتے ہیں۔ یہ تحریک دسویں صدی کا فتنہ کبریٰ تھی۔ (سید ابو الحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، جلد، چہارم، ص:۶۶)

مستقبل میں ہندوستان میں دین اکبری کا روپ اپنایا۔ اکبر بھی نبوت محمدی کی جگہ لینے کا متمنی تھا۔ اس کے دور میں شریعت محمدی کے متوازی نئی شریعت جنم لے رہی تھی، جس میں دینی بدعات شامل تھیں۔ شیخ احمد سرہندی نے مسلمانوں کے ذہنوں سے یونانی اشراقیت، ایرانی اور مصری اثرات کا خاتمہ کیا۔ شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں مریدین، معتقدین، منتسبین اور ارکان حکومت کو اتباع نبوی کی تاکید اور ترغیب دلائی ہے۔

ایک خط میں اپنے فرزند کو لکھتے ہیں:

"اے فرزند جو چیز کل کام آنے والی ہے وہ صاحب شریعت حضرت محمد ﷺ کی پیروی ہے۔ باقی احوال و کیفیات اور علوم و معارف اور اشارات اگر ان کی پیروی کے ساتھ ہوں تو خیر اور خوب وگرنہ خرابی اور استدراج کے سوا کچھ نہیں"۔[۱]

آپ نے ان مکتوبات کے ذریعے واضح کیا کہ صرف عقل، کشف اور غیبی علوم اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور حقائق کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف وحی کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ جو انبیاء سے حاصل ہوتی ہے۔ عقل حجت نہیں ہے۔ حجت صرف انبیاء کی بعثت ہے، جن کے بغیر تزکیہ ممکن نہیں ہے۔ کائنات سے متعلق انسان کے ذہن میں جتنے بنیادی سوال پیدا ہوتے ہیں، عقل ان کا جواب دینے سے یکسر عاجز ہے کیونکہ اس کا دائرہ محدود ہے۔ عقل کے فیصلوں میں صداقت اور اس کے نتائج میں قطعیت نہیں ہوتی ہے۔ یونانی فلسفہ و حکمت کے مقابلے میں آپ نے انقلابی اور جرات مندانہ قدم اٹھا کر عقل و فکر کو وحی کے مقابلے میں بے قدر و قیمت ثابت کیا۔

مشہور عربی مقولہ ہے "**الناس علیٰ دین ملوکھم**" (عوام اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں)۔ بادشاہ اکبر کی دیکھا دیکھی ہندوستان کی رعایا بھی شریعت اسلام سے گریز کرنے لگی۔ عوام میں مشرکانہ رسوم اور بدعات پیدا ہو گئیں۔ دیوالی کے دنوں میں مسلمان مرد بالخصوص مسلمان عورتیں کفار و مشرکین ہند کی رسموں کو بجالانے لگے۔ جانوروں کو مشائخ کی نظر کرتے اور ان کو مزارات پر جا کر ذبح کرتے۔ بعض پیروں اور بیبیوں کیلئے روزے رکھے جاتے اور ان روزوں کو حاجت روائی کا وسیلہ سمجھا جاتا۔ دولہن دولہا کے گرد سات مرتبہ چکر لگاتی اور عورتوں کی طرح دولہا چاندی کا طوق پہنتا۔[۲]

---

(۱) سرہندی، شیخ احمد، مکتوباتِ امام ربانی مجدد الفِ ثانی، اردو ترجمہ: مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، مدینہ پبلیشنگ، لاہور مکتوب نمبر: ۱۸۴، ص:۱/۱۸۵

(۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، ص:۱۲۵

شریعت کی ترویج

شیخ احمد سرہندی کو بدعات سے سخت نفرت تھی۔ جو فعل نبی کریم ﷺ سے نسبت نہ رکھتا، اس کو بدعت میں شمار کرتے تھے۔ شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:

"ہزار سال کے بعد کفر و بدعت کی تاریکیاں مسلط ہو گئیں ہیں۔ اسلام و سنت کا زور ٹوٹ رہا ہے"۔[۱]

مشرکانہ عقائد اور بدعتی افعال علماء سوء کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے۔ علماء سوء نے گمراہی کے دو بڑے دروازے کھول رکھے تھے۔ کتاب و سنت میں معنوی تحریف کر کے نئے نئے عقائد کا اختراع کرتے تھے اور پھر اللہ اور رسول ﷺ اور قرآن و حدیث کے مقدس ناموں سے انکی ترویج و اشاعت کرتے تھے۔ ابو الفضل نے اکبر کو سب سے پہلے اسی راستے پر ڈالا تھا۔ اور بدعت حسنہ کے نام سے دین اسلام میں نئی نئی ایجادیں کرتے تھے۔ شیخ احمد سرہندی نے ان دونوں تباہ کن اصولوں کے خلاف بڑی جرات مندانہ جدوجہد کی۔

بدعت حسنہ کا نظریہ جس کے پردے میں علماء نے اپنی خواہشات نفس کو دین کا حصہ بنا رکھا تھا، شیخ احمد سرہندی نے اس کا انکار کیا۔ آپ نے بدعت کو شیطانی اعمال قرار دیا ہے۔[۲]

آپ لکھتے ہیں:

"ہر زمانے میں عموماً اور غربت اسلام کے اس دور میں خصوصاً دین کا بقاء و قیام سنتوں کی ترویج اور بدعتوں کی تخریب سے وابستہ ہے۔ بعض اگلوں نے بدعات میں کوئی حسن دیکھا ہو گا، اسکے بعض افراد کو انہوں نے مستحسن قرار دیا۔ اس فقیر کو ان سے اس مسئلہ میں اتفاق نہیں۔ میں کسی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے مجھے ان میں کچھ محسوس نہیں ہوتا"۔[۳]

نظریہ قومیت

نظریہ انسان کی زندگی کا محور ہوتا ہے۔ کسی بھی قوم کی اجتماعی زندگی میں نظریے کی حیثیت جسم میں روح کی طرح ہے۔ نظریات قوموں میں مقصدیت کا شعور پیدا کرتے ہیں۔ نظریات کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا

---

(۱) مکتوباتِ امام ربانی،، مکتوب نمبر ۹۶، ص:۳/۱۷۴

(۲) ایضاً، مکتوب نمبر ۲۵۵، ص:۲۷۸

(۳) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۲۳، ص:۳۹

جاسکتاہے۔انسانی نظریات والہامی نظریات:

انسانی نظریات مسائل کا حل عقل کو بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں، جب کہ الہامی نظریات کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔انسانی نظریات الہامی نظریات کے بر عکس ناکامی کا شکار ہیں، صرف الہامی نظریات پر مبنی نظام انسانیت کی رہنمائی اور فلاح کا ضامن ہے۔اسلامی نظریہ حیات نے ہی برصغیر کے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم بنایا۔جن لوگوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا، وہ الگ قوم وملت ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں، وہ دوسری قوم ہیں۔مسلم قوم اسلامی نظریے سے وجود پذیر ہوتی ہے جب کہ مخالف اپنے وجود کیلئے وطن، نسل اور زبان کو ضروری خیال کرتے ہیں۔برصغیر میں ایسی ہی دو متضاد معاشروں، مزاجوں اور سوچوں سے دو مختلف قومیں ہندو اور مسلمان بن گئیں۔

اسلام کی اشاعت کو روکنے اور ہندو مذہب کے احیاء کیلئے بھگتی تحریک [۱] کا آغاز ہوا۔مغلیہ دور میں یہ تحریک اپنے شباب پر تھی۔مرہٹہ اور سکھ ہندو قومیت کے مظہر تھے۔اس تحریک کے علمبرداروں نے جارحانہ انداز اپنایا، جو اکبر کی ہندو نوازی اور سرپرستی کا سبب بنا۔ہندوؤں نے مسلمان قوم کو ملیچھ قرار دیا۔ انہوں نے برصغیر میں ہندو حکومت کی بحالی کا خواب شرمندہ تعبیر کرنا چاہا اور بنگال میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوگئے۔یہاں تک کہ نہ صرف بنگال میں اشاعتِ اسلام رک گئی، بلکہ بعض مسلمانوں نے ان کا پیش کردہ وشنو مذہب بھی قبول کرلیا اور شمالی بنگال کے غریب اور ان پڑھ مسلمانوں کے عقائد واطوار میں ہندوانہ طریقے داخل ہوگئے۔[۲]

یہ لوگ صلح کل اور مذہب کے اتحاد کے حامی تھے۔ ان کے نزدیک ہندومت اور اسلام ایک ہی دریا کی لہریں ہیں۔ شیخ احمد سرہندی نے برصغیر میں سب سے پہلے کفر اور اسلام کی سرحدیں واضح کرکے مسلمانوں میں جداگانہ قومیت کا شعور بیدار کیا، آپ نے وحدانیت اور بت پرستی کو ایک ماننے سے انکار کیا۔ آپ نے اسلام اور ہندومت کو دو مختلف طریقے قرار دیکر ان کے اتحاد کو ناممکن قرار دیا۔ آپ نے توحید خالص کا نکھرا تصور پیش کیا۔ آپ نے اس بات کی تردید کی کہ خدا کسی اور ذات میں جلوہ گر ہوسکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

"رام اور رحمان کبھی ایک نہیں ہوسکتے خالق اور مخلوق کو ایک سمجھنا بے عقلی ہے"۔ [۳]

شیخ احمد سرہندی کے نقطہ نظر کی تائید ہوئی اور ہندو مسلم اتحاد شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔انگریزی عہد میں یہ

---

(۱) بھگتی یا پریم وہ مذہب ہے جو شمالی اور جنوبی ہندوستان میں ہندووں میں پھیلا۔یہ اپنشد اور بھگوت گیتا کی تعلیمات پر مبنی تھا لیکن زمانہ وسطیٰ میں اس کی مقبولیت اسلامی اثرات کی وجہ سے ہوئی۔راما نند، گورونانک اور سوامی چتینا نے اس تحریک کو فروغ دیا۔(شیخ محمد اکرام: آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص:۴۶۶)

(۲) شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص:۴۹۳

(۳) ایضاً

اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ جس کا نتیجہ بعد میں دو ممالک ہندوستان اور پاکستان کی صورت میں نکلا۔

بادشاہ وقت کی اصلاح

شیخ احمد سرہندی نے جابر و ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی عظیم مثال قائم کی۔ جہانگیر بادشاہ نے جب سجدہ کرنے کیلئے آپ کو دربار میں بلایا، تو آپ نے اس حکم پر عمل کرنے سے قطعاً انکار کر دیا اور کہا کہ قرآن کی رو سے سجدہ صرف خالق کیلئے مخصوص ہے۔ یہ جملہ سن کر جہانگیر بادشاہ تلملا کر رہ گیا اور جہانگیر کی وہی حالت ہوئی جو حضرت محمد ﷺ کا فرمان سن کر خسرو پرویز بادشاہ ایران کی ہوئی تھی۔[۱] جہانگیر نے غصے میں آکر آپ کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کچھ سوچ بچار کے بعد قتل کے حکم کو منسوخ کر کے آپ کو گوالیار کے قید خانہ میں قید کر دیا گیا۔ گوالیار سے رہائی کے بعد آپ کو لشکر کے ساتھ رہنے کا حکم ملا۔ اس دوران جہانگیر کو آپکی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ نے جہانگیر بادشاہ کے باطن کو بدل کر رکھ دیا اور وہ آپ کا غلام بن کر رہ گیا۔ شیخ احمد سرہندی نے جہانگیر بادشاہ کی اصلاح کی اور اس کی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالا۔ شیخ فرید کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> "بادشاہ کو دنیا سے وہی نسبت ہے جو دل کو تمام بدن سے ہوتی ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو بدن بھی صحیح ہے۔ اگر دل خراب ہو جائے تو بدن بھی خراب ہو جائے گا۔ بہر حال بادشاہ کی اصلاح و فساد سے دنیا کی اصلاح و فساد وابستہ ہے۔ آج دولت اسلام کی ترقی اور بادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خبر سب تک پہنچ گئی ہے۔ اہل اسلام نے بادشاہ کی مدد اور ترویج شریعت اور تقویت ملت کے بارے میں اس کی راہنمائی اور اس راہ میں ہر قسم کے تعاون کو ضروری سمجھا ہے"۔[۲]

شیخ احمد سرہندی کا جہاد اکبر اور جہانگیر دونوں کے ادوار میں جاری رہا۔ آپ کی مساعی کی وجہ سے جہانگیر دربار میں علماء رکھنے پر رضامند ہوا۔ لشکرِ شاہی کے ساتھ آپ کم و بیش ساڑھے تین سال تک رہے۔ اس عرصہ کے دوران بادشاہ سے مسائل دینیہ پر خصوصی مذاکرے اور گفتگو رہی۔ ان صحبتوں سے بادشاہ کو براہ راست آپ کی زندگی کا مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ تزکِ جہانگیری میں جہانگیر کے حضرت شیخ احمد سرہندی کے ساتھ خصوصی تعلق سے متعلق معلومات ملتی ہیں۔

ارباب حکومت کی اصلاح

ارباب حکومت سیاسی مفاد کے غلط تصور اور غلط توقعات کی وجہ سے اسلام سے دور ہو کر ہندومت کے زیادہ

---

(۱) نعمانی، محمد منظور، تذکرہ مجدد الف ثانی، الفرقان بک ڈپو لکھنؤ، طبع ہشتم، ۱۹۹۸، ص: ۲۴۹

(۲) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۷، ص: ٦٦

قریب ہو گئے تھے۔ شیخ احمد سرہندی نے ان کو مذہب اسلام سے آشنا کرنے اور ان کا صحیح رخ متعین کرنے کیلئے اپنی پوری حکمت اور قوت کو استعمال کیا۔ آپ نے سب سے پہلے ارکان سلطنت سے خصوصی تعلقات قائم کیے۔ ان کو اپنا گرویدہ بنایا اور پھر تعلیم اور تربیت کی۔ آپ نے ان کے خیالات کو درست کیا اور اسلامی رنگ کا اصلی نصب العین واضح کیا۔

آپ ایک مکتوب میں بادشاہ کی اصلاح میں تمام انسانوں کی فلاح پوشیدہ قرار دیتے ہیں:

"پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا در حقیقت تمام انسانوں کی اصلاح کرنا ہے۔ یہ اصلاح اسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب موقع ملے اور گنجائش ہو تو صحیح اسلامی تعلیمات ان کے ذہن میں ڈالی جائیں اور مخالفین کے مذاہب باطلہ کا رد کیا جائے۔ اگر یہ دولت آپ نے حاصل کی تو سمجھیے کہ آپ کو انبیاء کی وراثت مل گئی۔ یہ بڑی سعادت ہے کہ آپ کو یہ دولت مفت مل رہی ہے۔ آپکو اس کی قدر جاننی چاہیے"۔[۱]

آپ ایک مکتوب میں حکومت وقت کے خاص رکن خان اعظم کو لکھتے ہیں۔

"اس نازک وقت میں جب کہ ہمارا پلہ کمزور ہے اور ہم بازی ہار چکے ہیں آپ کے وجود کو ہم غنیمت سمجھے ہیں سوائے تمھارے ہمیں کوئی مرد میدان نظر نہیں آتا"۔[۲]

آپ کی کوششوں سے بادشاہ کے رجحانات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی اور وہ اسلام کی طرف توجہ کرنے لگا۔ آپ نے اپنی خوش تدبیری اور کمال دور اندیشی سے ارکان حکومت کو ظاہر اور باطن سے مکمل مسلمان بنا دیا اور انہی کی مدد سے بادشاہ وقت کی سوچ کو بدل ڈالا۔

تفضیلیت صحابہ

ہمایوں بادشاہ جب ایران سے واپس ہندوستان آیا، تو اس کے ساتھ بہت سے شیعہ حضرات بھی تھے۔ ان لوگوں کو ہمایوں کی حکومت میں خاصا عمل دخل حاصل رہا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اکبر بادشاہ بنا۔ اس کے دور میں بھی دربار میں شیعہ کا غلبہ تھا۔ جہانگیر کا دور تو مکمل طور پر شیعہ کے قبضہ میں رہا۔ در حقیقت جہانگیر کے نام سے نور جہاں کا شیعہ گھرانہ ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا۔ نور جہاں کا باپ دیوان کل اور اس کا بھائی آصف خان وکیل مطلق اور نور جہاں جہانگیر کی بیوی ہمراز تھے۔ ان کی بدولت شیعیت کے اثرات عوام میں سرایت کرنے لگے۔ شیخ احمد

---

[۱] مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ص:۱۳۵

[۲] ایضا، مکتوب نمبر ۶۵، ص:۸۲

سرہندی نے ان کی روک تھام کیلئے چار طرح کے اقدامات کیے۔ آپ نے شیعہ علماء سے بالمشافہ مناظرے اور مباحثے کئے۔ مشہد کے بعض شیعہ علماء نے ماوراء النہر کے سنی علماء کے ایک رسالے کے جواب میں رسالہ لکھا، جس میں خلفاء ثلاثہ کی تکفیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذمت تھی۔ اس رسالہ کو شیعوں نے ہندوستان بھر میں پھیلا دیا۔ آپ نے اس رسالے کا عام مجلسوں میں رد کیا اور بعد میں ایک مستقل رسالہ ردِ روافض اس کے جواب میں لکھا۔ آپ نے مکتوبات کے ذریعے شیعہ اصولوں کی مدلل انداز میں تردید کی اور کتاب و سنت اور عقل کی روشنی میں ان کی اصلاح فرمائی۔ [1]

شیخ احمد سرہندی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرِ فاروق کی افضلیت کے متعلق لکھتے ہیں:

> "حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے اس کو نقل کیا ہے جن میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ امام ابو الحسن اشعری نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیق و فاروق کی افضلیت باقی تمام امت پر قطعی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں دارالخلافت کے اندر اپنے ماننے والوں کی کثیر تعداد کے سامنے اعلان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ امت میں سے بزرگ ترین ہیں"۔ [2]

شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے مشاجرات و محاربات کی صحیح نوعیت پر روشنی ڈالی ہے اور خصائل شیعہ پر بحث کی ہے۔ جن لوگوں کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نزاعات ہوئے اور جنگ کی نوبت آئی وہ اہل اسلام کی ایک بڑی جماعت ہے اور ان میں بہت سے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں، جن کو دنیا میں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ ان کی تکفیر اور برا بھلا کہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ دین کا قریباً نصف ایسا ہو گا جو ان کی وساطت سے امت کو پہنچا ہے۔ اگر وہ بھی مجروح و مطعون ہو جائیں تو آدھا دین بے اعتبار ہو جائے۔ شیخ احمد سرہندی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں اور آپ کو گالی دینے والے کو واجب القتل قرار دیا ہے۔ [3] شیخ احمد سرہندی صحابہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے منکر کو بدعتی اور گمراہ کہتے ہیں۔ [4]

---

(۱) تذکرہ مجدد الف ثانی، ص:۱۷۶

(۲) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱۵، ص:۲۸- مکتوب نمبر ۶۷، ص:۱۳۰

(۳) ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۵۱، ص:۲۷۲

(۴) ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص:۳۳۱

نظریہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

تصوف میں نظریہ وحدۃ الوجود اور نظریہ وحدۃ الشہود بنیادی نظریہ کے حامل ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں یہ عقیدہ ہندوستان آیا۔ قادریہ سلسلہ، سہروردی سلسلہ اور چشتیہ میں جزوی اور فروعی اختلافات کے باوجود ان کا روحانی مرکز ایک ہے۔ تینوں سلسلے وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ تصور وحدۃ الوجود کا بانی شیخ محی الدین ابن عربی[۱] اور نظریہ شہود کے بانی شیخ احمد سرہندی ہیں۔

شیخ احمد سرہندی کے والد محترم وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ آپ بذات خود منزل وجود سے گزر کر منزل شہود تک پہنچے، آپ نے نظریہ شہود کو مکمل باقاعدگی اور ضابطے کے ساتھ پیش کیا۔ اس لیے آپ کو اس نظریے کا بانی کہا جاتا ہے۔ شیخ احمد سرہندی کے ہاں وحدۃ الوجود سالک کے سیر و سلوک کی ایک منزل ہے۔ اس کو نظر آتا ہے کہ وجود حقیقی کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ جو کچھ ہے سب ایک ہی وجود ہے۔ اگر اللہ کی توفیق شامل حال ہو اور شریعت کا چراغ راہ نما ہو اور سالک کی ہمت بلند ہو تو وحدۃ الشہود کی منزل سامنے آجاتی ہے۔

شیخ احمد سرہندی کے دور میں گمراہ صوفیوں کا گروہ پیدا ہو گیا تھا۔ جنہوں نے دینی رخنے پیدا کر کے مذہبی فتنوں کو جنم دیا۔ شیخ احمد سرہندی نے ان کی عملی اصلاح فرمائی۔ ان لوگوں کی سب سے بڑی خرابی "اتحاد و حلول"[۲] کا عقیدہ تھا۔ اس نظریے کی بنیاد وحدۃ الوجود کے نظریے پر رکھی گئی۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"ممکن کو عین واجب کہنا اور اس کے افعال و صفات کو اس طرح اللہ کے افعال و صفات قرار دینا سخت بے ادبی بلکہ اللہ کے اسماء و صفات میں الحاد ہے"۔[۳]

---

(۱) آپ ۵۶۰ ہجری میں اندلس میں پیدا ہوئے۔ وجہ شہرت نظریہ وحدۃ الوجود ہے۔ آپ اچھوتا انداز فکر رکھتے تھے۔ استدلالی اور تصوفی پہلو آپ کی فکر میں دوش بدوش نظر آتے ہیں۔ کتاب العظمۃ، کتاب السبعۃ، التجلیات، مفاتیح الغیب، فصوص الحکم اور دیوان محی الدین آپکی مشہور کتب ہیں۔ (محمد لطفی جمعہ: تاریخ فلاسفۃ الاسلام، ص:۲۹۱)

(۲) یہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ اتحاد کے معنی متحد ہو جانا اور حلول کے معنی ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہو کر اس طرح مل جانا کہ دونوں میں کوئی فرق نہ رہے۔ اتحاد و حلول کا مطلب بعض کے نزدیک یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس نظریے کی بنیاد وحدۃ الوجود پر رکھی گئی اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ سب چیزیں خدا ہیں۔ زمیں و آسمان، درخت اور پتھر وغیرہ۔ (مولانا محمد منظور نعمانی: تذکرہ مجدد الف ثانی، ص:۱۶۱)۔

(۳) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ا، ص:۲

آپ لوگوں کو صوفیوں کی بے ہودہ باتوں سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خبر دار ہر گز صوفیوں کی ان بے ہودہ باتوں پر توجہ نہ دو اور غیر خدا کو خدا نہ سمجھو"۔[1]

شیخ احمد سرہندی نے ان لوگوں کی مراد اور مقصد کو واضح کیا، جو وحدۃ الوجود کے نظریے کے قائل ہیں اور انہیں بتایا کہ ان کلمات سے اُن کی مراد یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے، سب اسکی قدرت کا ظہور ہے۔ اس کا وجود حقیقی ہے، باقی تمام موجودات کا وجود ظلی ہے جو شیخ احمد سرہندی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے۔ صوفیا کرام میں سے جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور ہمہ اوست کہنے والے ہیں اس سے ان کی مراد ہر گز یہ نہیں ہے کہ اشیاء اللہ کے ساتھ بالکل متحد ہیں اور معاذ اللہ وہ مرتبہ سے اتر کر دائرہ تشبیہ میں آگیا ہے اور جو واجب تھا وہ ممکن بن گیا ہے۔ یہ سب کفر والحاد ہے اور گمراہی وزندقہ ہے بلکہ ہمہ اوست کے معنی ہی یہ ہیں اور سب نیست ہیں اور صرف وہی وجود ہے۔[2]

جاہل صوفیا کے باطل عقائد کا رد

بعض صوفیا ہر چیز کو خدا تو نہ کہتے تھے، لیکن ان کا خیال تھا کہ فقیر جب کامل ہو جاتا ہے تو وہ خدا سے متحد ہو جاتا ہے اور اس کی ہستی خدا کی ہستی میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ شیخ احمد سرہندی نے اس کو رد کیا اور کفر وزندقہ قرار دیا اور فرمایا کہ اللہ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہے۔۔[3]

اس دور کے کچھ صوفیا کی ایک گمراہی یہ بھی تھی کہ انبیاء اور خصوصاً حضرت محمد ﷺ کو اللہ کی ذات کے ساتھ متحد کرتے تھے۔ شیخ احمد سرہندی نے ان کے خلاف آواز اٹھائی اور فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ محدود ومتناہی بندے ہیں جب کہ اللہ کی ذات لامحدود اور لامتناہی ہے"۔[4] بہت سے خام صوفیا اور بے سروسامان ملحدوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت الٰہی کے مکلف ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے سے مقصود حصول معرفت ہے، جب معرفت حاصل ہو گئی تو شریعت کے احکام ساقط ہو گئے اور آیت ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾[5] کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ عبادت کی انتہا معرفت کے حصول تک ہے۔ اللہ ان لوگوں کو رسوا کرے یہ کس قدر جاہل ہیں۔ عبادت کی جس قدر ضرورت عارفوں کو ہے مبتدیوں کو اس کا دسواں حصہ بھی حاجت

---

(۱) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۲، ص:۲۴۷

(۲) ایضاً، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۴۴، ص:۸۱

(۳) ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۱، ص:۳۱۴

(۴) ایضاً، مکتوب نمبر ۹۵ ص:۱۱۴

(۵) سورۃ الحجر:۱۵/۹۹

نہیں ہے۔[۱]

صوفیا کی ایک خرابی یہ تھی کہ وہ اپنے اعمال کی بنیاد اپنے مشائخ کے طریق پر رکھتے تھے خواہ وہ شریعت اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ شیخ احمد سرہندی نے بڑی جرات کے ساتھ ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ احکام شریعت کے اثبات میں کتاب و سنت کا اعتبار ہے۔ قیاس اور اجماع امت بھی مثبت احکام ہیں، ان چار کے بعد کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جن سے احکام ثابت ہو سکیں۔ اولیا کے الہام سے کسی چیز کی علت یا حرمت ثابت نہیں ہو سکتی اور ارباب باطن کا کشف کسی چیز کو فرض یا سنت ثابت نہیں کر سکتا۔[۲]

بے چینی کا علاج موسیقی میں تلاش کرنے والے صوفیا کے خلاف آپ نے سخت موقف اختیار کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان صوفیا میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی بے چینی کا علاج سماع، نغمہ اور وجد و تواجد میں ڈھونڈتے ہیں اور اپنے محبوب کو نغموں کے پردوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے رقص و رقاص کو اپنا طریقہ بنایا ہوا ہے[۳]

صوفیوں کی گمراہی کی اصل وجہ شریعت کو طریقت سے الگ سمجھنا تھا۔ شیخ احمد سرہندی نے شریعت اور طریقت کے رشتے کو مضبوط کیا اور صوفیا کے بڑے فتنے کی سرکوبی کی۔ ہر فضیلت حضرت محمد ﷺ کی سنت کی پیروی سے اور ہر کمال آپ کی شریعت کے اتباع سے وابستہ ہے۔[۴]

تصانیف

شیخ احمد سرہندی نے قلم کے ذریعے بھی جہاد کیا۔ آپ کی یہ تصانیف آپ کی زندگی میں ہی نہ صرف ہندوستان بلکہ دور دراز ملکوں تک پھیل گئی تھیں۔ شیخ احمد سرہندی نے اس ڈگر سے ہٹ کر علوم و نکات کو بیان کیا جو آپ کی علمی مہارت اور فطری بلندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ جن میں رسائل، مکتوبات قابل ذکر ہیں۔

رسائل

شیخ احمد سرہندی نے بہت سے رسائل تصنیف کیے ہیں: ان میں چند اہم کا تذکرہ درج ذیل ہے:

---

(۱) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۶، ص:۳۵۸

(۲) ایضاً، دفتر دوم، مکتوب نمبر، ۵۵ ص:۱۰۸

(۳) ایضاً، دفتر اول، مکتوب نمبر، ۲۶۱ ص:۳۰۴

(۴) مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۱۴، ص:۱۳۵

رسالہ اثبات النبوہ

یہ آپ کی سب سے قدیم تصانیف میں سے ہے۔ جو کہ نامکمل نسخہ ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی کوششوں سے ۱۹۶۵ء میں اردو ترجمے کے ساتھ یہ شائع ہوا ہے۔ بعض نسخوں میں اس کا نام "تحقیق النبوہ" ہے[۱]۔

رسالہ علم حدیث

یہ رسالہ علم حدیث کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ کتاب مختصر مگر جامع ہے۔ محمد حلیم[۲] اور خواجہ محمد حسین[۳] نے اس کا ذکر کیا ہے۔

رسالہ ردِروافض

یہ رسالہ اصل میں اس رسالے کا جواب ہے، جو علماء شیعہ نے علماء ماوراء النہر کو اس وقت بھیجا تھا۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ۱۹۶۵ء میں "کوائف شیعہ" کے نام سے اردو ترجمہ کے ساتھ رامپور سے شائع کرایا۔

رسالہ تہلیلیہ

یہ رسالہ شیخ احمد سرہندی نے ۱۵۹۸ تا ۱۵۹۹ء کے درمیان تصنیف فرمایا یہ ۲۲ صفحے کا مختصر رسالہ ہے۔ اس کے ساتھ حافظ رشید احمد ارشد کا سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ بھی ہے۔[۴]

معارف لدنیہ

اس رسالے میں زیادہ تر معرفت الٰہی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ہے۔ اس میں جہاں شریعت و طریقت کی ہم

---

(۱) یہ چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سائز چھوٹا ہے۔ تمہیدی عبارت کے بعد شیخ احمد سرہندی نے دو امور پر بحث کی ہے ایک نبوت دوسرا معجزہ۔ ان کے بعد ایک طویل مقالہ لکھا ہے۔ جس کا پہلا مسلک بعثت اور نبوت کی حقیقت وضرورت اور دوسرا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے اثبات میں ہے۔ دوسرا مقالہ فلاسفہ کی مذمت میں ہے۔ سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۶۴۔

(۲) مجدد اعظم: ص:۱۰۸

(۳) قادری نقشبندی، مولانا خواجہ احمد حسین خان، تحریک امام مجدد الف ثانی تھانہ ملاکنڈ، جواہر مجددیہ: ص:۸۲

(۴) سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۴۴، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اس کا تاریخی نام "معارف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" رکھا ہے۔ اس رسالہ میں کلمہ طیبہ کے مختلف امور سے متعلق بحث ہے۔ شروع میں "لا" کے لفظ سے بحث ہوتی ہے اس کے بعد لفظ "اللہ" کی حقیقت کے متعلق نحوی علماء اور مفسرین کے اقوال کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ حافظ رشید احمد ارشد نے، اس کا نام "توحید صوفیا" رکھا ہے۔ آخری حصہ رسالت سے متعلق ہے جس میں آپ نے حضرت محمد ﷺ کے فضائل، معجزات، اخلاق اور اوصاف بیان کیے ہیں۔ اس رسالے میں صوفیانہ رنگ گہرا ہے۔ یہ عام مسلمانوں کیلئے لکھا گیا ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے۔

آہنگی پر زور دیا گیا وہاں نام نہاد صوفیا کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ کتاب لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔[۱]

مبداء و معاد

یہ رسالہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالے کے مختلف مخطوطات ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ بیرون ملک کی لائبریریوں کی زینت ہیں۔[۲]

تعلیقات بر شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس میں آپ نے خواجہ باقی باللہ کی رباعیات کی اس شرح پر اضافے کیے ہیں جو خواجہ باقی باللہ نے لکھی تھیں۔ یہ رباعیات وجود باری تعالیٰ سے متعلق ہیں۔

مکاشفاتِ عینیہ

یہ رسالہ شیخ احمد سرہندی کی وفات کے بعد خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مرتب کیا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نے اسے شائع کرایا تھا۔ اس رسالے میں مختلف صوفیانہ مسائل اور مکاشفات کا بیان ہے۔[۳]

رسالہ جذب و سلوک

یہ تصوف کے موضوع پر گراں قدر، جامع اور مبسوط کتاب ہے۔ اس کتاب کو تصوف کی دنیا میں منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ نے تصوف اور اسکی حقیقت اور مقامات و احوال پر بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے۔[۴]

رسالہ حالات خواجگان نقشبند

یہ رسالہ خواجگان نقشبند کیلئے مستند ماخذ ہے۔ اندازِ تحریر عمدہ اور اسلوب بیان دلکش ہے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس رسالے کا ذکر محمد ہاشم کشمی[۵] اور محمد حلیم[۶] نے کیا ہے۔

---

(۱) سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۶۶، شیخ احمد سرہندی نے اس رسالے کا ذکر "مبداء و معاد" میں کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ نمبر۔ ۱۸۸ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ہے۔ تاشقند میں مخطوطہ نمبر۔ ۲۶۱۱ ہے۔ مخطوطہ نمبر۔ ۱۰۶۔ I پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔

(۲) سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۶۶، ایک مخطوطہ نمبر۔ ۲۶۲۱ کتب خانہ تاشقند میں موجود ہے۔ ایک مخطوطہ نمبر۔ ۱۰۶۔ ح پنجاب پبلک لائبریری لاہور جبکہ ۲۷۰۰ کتب خانہ برلن میں موجود ہے۔

(۳) سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۶۶، اس کا ایک مخطوطہ نمبر ۲۲۲۵ کتب خانہ تاشقند میں موجود ہے۔

(۴) خواجہ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، کان پور، ۱۸۸۹ء، ص:۲۴

(۵) زبدۃ المقامات: ص:۱۵۱

(۶) مجدد اعظم: ص:۱۰۹

رسالہ دربیان طریقت حضرت خواجگان

یہ کتاب اپنے موضوع، بلند پایہ مضامین اور گراں قدر ارشادات و حالات حضرت خواجگان کے لحاظ سے آپ اپنا جواب ہے۔ شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات[۱]میں اس رسالے کا ذکر کیا ہے۔

رسالہ نصائح

آپ نے اس کتاب میں نصیحت آموز باتیں کی ہیں۔ کتاب مختصر مگر جامع ہے اور اپنی زیبائی، سادگی اور شیرنی بیان کے باعث بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں اس کا ذکر کیا ہے[۲]۔

رسالہ معرفۃ النفس و معرفۃ الرب

آپ نے اس کتاب میں نفس کی اصلاح پر زور دیا ہے آپ کے انداز بیان میں شگفتگی اور اثر انگیزی ہے۔ مشائخ نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ یہ رسالہ نفس اور رب کی معرفت کے بارے میں ہے[۳]۔

مجموعہ تصوف

اس کتاب میں شیخ احمد سرہندی نے نقشبندیہ نظریہ تصوف کو اپنے تبحر علمی اور کمال روحانی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ مشہور زمانہ معتبر اور مستند کتاب ہے۔ آپ نے اس رسالہ میں تصوف کی حقیقت، مقام صوفیاء، عارفوں اور صوفیوں کی اہمیت اور عرفاء کے اقوال کو عمدگی سے بیان کیا ہے[۴]۔

مکتوبات

شیخ احمد سرہندی کی تصانیف میں مکتوبات کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ یہ مکتوبات زیادہ تر مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت پر مشتمل ہیں۔ بعض مکتوبات میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز میں شریعت اسلام سے ہٹے ہوئے خام صوفیا کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے۔ اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور احترام کا درس دیا گیا ہے۔ مکتوبات کی مقبولیت کی وجہ مضامین کی خوبی، تنوع اور مصنف کی علمیت اور روحانی فضیلت ہے۔ آپ کا طرز تحریر پر تاثیر ہے۔ خط لکھتے وقت انشائی خوبیوں کا پورا خیال رکھتے تھے۔ ان مکتوبات میں آپ نے علمی اور دینی مسائل کو سلجھانے کیلئے عالمانہ طرز تحریر اختیار کیا ہے۔ آپ چند الفاظ میں بڑی معنی خیز بات لکھ جاتے ہیں۔

---

(۱) مکتوبات امام ربانی: دفتر اول۔ مکتوب نمبر:۵، یہ رسالہ حضرت خواجگان کے بسلسلہ بیان طریقت میں لکھا گیا ہے

(۲) مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۶

(۳) سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۶۸، اس کا ایک مخطوطہ نمبر ۹۲۴ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ہے

(۴) سیرت مجدد الف ثانی: ص:۲۶۷

آپ نے ان خطوط میں ارباب تصوف کی مروجہ اصطلاحیں کثرت سے استعمال کی ہیں۔ شیخ احمد سرہندی نے مکتوبات کی تشریح و توضیح اور تاثیر کیلئے دلچسپ شعر یا مصرع بھی درج کر دیتے ہیں۔ ان خطوط سے شاہی عتاب سے پیدا شدہ حالات، آپ کا مقابلے کا ظرف، صبر، حوصلہ اور تسلیم ورضا کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے درباری علماء کو بدعت سے روکنے اور شریعت کی حمایت میں جو خطوط لکھے[۱]۔

یہ مکتوبات تین مجلدات پر مشتمل ہے۔

دفتر اوّل: اسے "درالمعرفت" بھی کہتے ہیں۔ اس میں ۳۱۳ خطوط شامل ہیں۔ انہیں یار محمد بدخشی نے ۱۶۱۶ء میں مرتب کیا۔ یہ مجموعہ سب سے مفصل ہے۔ اس میں کئی سالوں کے خطوط جمع کیے گئے ہیں۔

دفتر دوئم: ان کا تاریخی نام "نور الخلائق" ہے یہ ۱۶۱۸ء میں مولانا عبدالحی حصاری نے خواجہ محمد معصوم کے ایماء پر جمع کئے۔ اس نے ۹۹ خطوط شامل ہیں لیکن بعض خطوط بڑے طویل اور مفصل ہیں۔

دفتر سوئم: ان کو میر محمد نعمان نے اور بعد میں خواجہ محمد ہاشم کشمی نے "معرفت الحقائق" کے نام سے ۱۶۲۱ء میں مرتب کیا۔ اس میں خطوط کی تعداد ۱۲۴ ہے۔[۲] دفتر اول کے بیس مکتوبات خواجہ باقی باللہ کے نام ہیں۔ دو مکتوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ایک خط جہانگیر بادشاہ کے نام بھی ہے۔ جہانگیر کے درباری امراء کے نام کافی خطوط ہیں۔

مکتوبات کے تراجم

اردو تراجم: باقی زبانوں کی طرح مکتوبات امام ربانی کا اردو زبان میں بھی تراجم ہوئے ہیں:[۳]

---

(۱) مخطوطات حافظ محمد ہاشم جان مجددی: کراچی کے پاس تین قلمی نسخے ہیں۔ مخطوطہ قریشی احمد حسین قلعہ داری: گجرات، مخطوطہ مولوی مقبول احمد مرحوم: سرہند شریف، مخطوطہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی: حیدرآباد سندھ، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری: لندن، مخطوطہ کتب خانہ تاشقند: روس۔ نمبر: ۲۶۱۵، مخطوطہ کتب خانہ برلن: جرمنی، نمبر: ۴۲۲۶، ۲۶۵۱، مخطوطہ قومی عجائب گھر، کراچی، مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن۔ نمبر۔ ۵۶۴، ۴۸۴، مخطوطہ دارالعلوم اسلامیہ: پشاور۔ نمبر۔ ۹۴۰،۹۳۹۔ سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۵۷،۲۵۸

(۲) اس طرح خطوط کی تعداد ۵۳۶ ہو جاتی ہے۔ رودِ کوثر، ص:۳۲۷

(۳) الطاف رحمانی (حصہ اول)، مترجم مولوی محمد حسین مطبوعہ، لاہور ۱۸۹۶ء، اس ترجمے میں جلی حروف میں مکتوبات کا متن ہے اور قرآن کی طرح بین السطور اردو ترجمہ ہے۔، مکتوبات امام ربانی مترجم مولوی عبدالرحیم مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۱ء، مکتوبات امام ربانی مترجم مولوی عالم دین مطبوعہ لاہور (مکمل)، مکتوبات امام ربانی مترجم مولوی محمد سعید احمد نقشبندی جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء، مکتوبات امام ربانی ترجمہ و تشریح مولانا عبدالرحیم ۱۹۵۰۔

انگریزی تراجم : حسین علی الیشیق نے "سعادت ابدی" کے نام سے ایک کتاب ترکی زبان میں لکھی، اس کا نواں ایڈیشن ۱۹۷۲ء میں استنبول سے شائع ہوا۔ اس کتاب کے بعض حصوں کا انگریزی ترجمہ End less Bliss) کے نام سے ۱۹۷۲ء میں استنبول سے شائع ہوا اس میں مکتوبات امام ربانی کے تینوں مجلدات کے بعض مکاتیب کا انگریزی ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

ترکی تراجم : سلیمان سعد الدین نے مکتوبات امام ربانی کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا، جو ۱۸۶۰ء میں استنبول سے شائع ہوا۔ دوسرا ترجمہ حسین علمی نے کیا، جس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۷۲ء میں استنبول سے شائع ہوا۔

مکتوبات کے خلاصے اور ایڈیشن

درلا ثانی۔ جلد اول / دوئم / سوئم۔ مکتوبات امام ربانی ملخصہ مولوی محمد ہدایت علی جے پوری، مطبوعہ اعظم گڑھ ، ۱۹۳۵ء نے شائع کیا ہے۔ درلا ثانی (تینوں مجلدات) یہ انتخاب مکتوبات کے نام سے علی کتاب خانہ کراچی ۱۹۶۳ء نے شائع کیا ہے۔ مکتوبات امام ربانی کے کئی ایڈیشن پاک وہند کے مختلف مقامات سے شائع ہو چکے ہیں[۱]۔

مکتوبات کی شروح وحواشی

مولوی ضیاالدین قندھار نے ایک قلمی شرح "ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات" لکھی[۲]۔

شیخ احمد سرہندی نے اپنی تحریروں کے ذریعے مردہ دلوں میں نئی شمع جلائی۔ لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ شریعت اسلام سے آشنا کیا اور روح کو بالیدگی اور تازگی بخشی۔ شیخ احمد سرہندی نے اپنی کتب میں جو علوم و معارف اور اسرار رموز شرح اور بسط سے بیان کیا ہے وہ آپ کا کمال ہے۔

شیخ احمد سرہندی پر ردوقدح

شیخ احمد سرہندی نے اپنے اور بیگانوں کی مخالفت کو بڑی جوانمردی سے برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر حلم اور صبر کا دامن نہ چھوڑا۔ علمائے حجاز سے کفر کے اکٹھے ۱۷ فتوے لگوائے گئے[۳]۔ مخالفت اتنی شدید تھی کہ اس کے

---

(۱) مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ دہلی ۱۸۷۷ء مع رسالہ رد روافض، مکتوبات امام ربانی مطبوعہ امر تسر ۱۸۹۵ء، مکتوبات امام ربانی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء۔ انتخاب مکتوبات شیخ احمد سرہندی مرتبہ ڈاکٹر فضل الرحمان مطبوعہ کراچی۔ ۱۹۶۸ء، فیض البرکات من عین المکتوبات مرتبہ مولانا محمد عبداللہ جان مجددی۔ مطبوعہ لاہور۔ سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۶۴

(۲) خواجہ عبداللہ وحدت نے شرح مکتوبات مجدد لکھی، شاہ عبد الرحیم گرھوڑی نے شرح مکتوبات امام ربانی لکھی، مولانا محمد منظور احمد مکان شریفی نے حواشی مکتوبات تحریر کیے، مولوی نصر اللہ خان کابلی نے فارسی زبان میں شرح لکھی۔

(۳) سیرت مجدد الف ثانی، ص:۲۷۹

اثرات کم و بیش ایک صدی تک قائم رہے۔ یہ بات اپنی جگہ آشکارا ہے کہ مخالفوں نے آپ پر جتنے الزامات لگائے، اتنا ہی آپ کا پیغام اور اصلاحی کارنامے چمکے۔ شیخ احمد سرہندی کے مخالفین کو چار طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- معترضین: اس میں وحدۃ الوجود کے قائلین شامل ہیں۔ ۲-حاسدین: اس میں بدعتی اور متعصب منتسبین شامل ہیں۔ ۳- معاندین: ان میں عقل پرست، دو قومی نظریہ کے مخالف اور شیعہ شامل ہیں۔ ۴- مخلصین: ان میں معاصرین علماء، شیخ تاج الدین سنبھلی، شیخ عبد الحق دہلوی اور خواجہ باقی باللہ کے مریدین شامل ہیں۔

مخالفت کے اسباب

شیخ احمد سرہندی کی شخصیت ہمہ گیر تھی۔ آپ کی مخالفت کے محرکات بھی زیادہ تھے۔ ذیل کی سطور میں مجدد الف ثانی کی مخالفت کے درج ذیل اسباب تھے۔

شخصیات کا اختلاف

قیام اکبر آباد کے دوران شیخ احمد سرہندی کی ملاقاتیں اکثر ابو الفضل اور فیضی سے ہوتی تھیں۔ ان ملاقاتوں میں تلخی کی نوبت بھی آئی۔ ان دونوں بھائیوں کا کردار مذہبی نقطہ نظر سے بدتر رہا۔ غالباً ان دو بھائیوں کی بے راہ روی کی مزاحمت کیلئے آپ نے رسالہ "اثبات النبوہ" لکھا۔ عقل پرستوں کا یہ شیخ سرہندی سے پہلا براہ راست تصادم تھا۔ [1]۔

شیعہ کے افکار و خیالات کا تجزیہ

شیعہ اثر و نفوذ کو مہلک سمجھتے ہوئے شیخ احمد سرہندی نے اس کے خاتمہ کیلئے ابتدائی کوششیں جاری رکھیں۔ شیعہ حضرات کو اس سے سخت صدمہ پہنچا اور وہ آپ کے دشمن بن گئے۔ شیعہ حضرات اپنے افکار و خیالات کی اشاعت مجالس اور عام محفلوں میں کرنے لگے۔

خلفاء و مریدین کی بدگمانی

شیخ احمد سرہندی نے مکتوبات میں بعض ایسی باتیں تحریر کیں، جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو خواجہ باقی باللہ سے روحانی انکار ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

مرید خاص حسن خان کی بغاوت

شیخ سرہندی کے ایک مرید حسن خان نے بغاوت کی اور بہت سے مکاتیب چوری کر کے لے گیا۔ اس نے ان میں تحریف کی اور نقلیں تیار کر کے مختلف علاقوں میں بھجوادیں۔ اس طرح بہت سے مخلص بھی بدگمان ہو گئے۔ حتی کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور شیخ احمد سرہندی کے درمیان جو رنجش پیدا ہوئی، اس میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔

---

(۱) زبدۃ المقامات، ص:۱۲۲

قائلین وحدۃ الوجود کی ناراضگی

جب شیخ احمد سرہندی نے وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا تصور پیش کیا تو قائلین وحدۃ الوجود آپ سے ناراض ہوگئے۔ انہوں نے شیخ احمد سرہندی کے مشاہدات اور مکاشفات کا رد کیا۔

اہل طریقت اور بدعتی جہلاء کی مخالفت

بعض اہل طریقت شریعت کو طریقت سے الگ سمجھتے تھے۔ شیخ احمد سرہندی نے اس نظریے کی سختی سے تردید کی اور طریقت کو عین شریعت قرار دیا۔ اس سے اہل طریقت آپ کے سخت مخالف ہوگئے۔ مسلم معاشرے میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا غلبہ تھا۔ ان میں بعض بدعات اور رسوم انتہائی شرم ناک تھیں۔ شیخ احمد سرہندی نے ان کی مخالفت کی جس سے بدعتی جہلاء آپ کے خلاف صف آراء ہوگئے۔

حامیان یک قومی نظریہ کی مخالفت

اکبر اور جہانگیر بادشاہ یک قومی نظریہ کے حامی تھے۔ شیخ احمد سرہندی نے اس کی پرزور مخالفت کی اور دو قومی نظریہ پیش کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ارکان حکومت کو ہموار کیا۔ ان پر اخلاقی دباؤ ڈالا اور مکتوبات کے ذریعے عوام تک اس نظریے کو پہنچایا۔ اس طرح یک قومی نظریہ کے تمام حامی آپ کے سخت مخالف ہوگئے۔

ہندوؤں کی مخالفت

شیخ احمد سرہندی نظریہ کل کے مخالف تھے۔ آپ ہندوؤں کے اثر و نفوذ کو شاہی دربار میں پسند نہ کرتے تھے۔ حرم شاہی میں ان کی عورتیں تھیں جو ان کی ہمراز تھیں۔ شیخ احمد سرہندی کو ایک ہندو کے ہاتھوں گرفتار کروایا گیا، جس سے ہندوؤں کی خوشنودی مقصود تھی۔

سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت

شیخ احمد سرہندی کا سلسلہ بیعت ان کی زندگی میں ہی ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں پھیل چکا تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ کی ہمہ گیر اشاعت و مقبولیت سے دوسرے سلاسل کے منتسبین میں حریفانہ کشمکش شروع ہوگئی۔ جاہل صوفیاء اور دنیادار علماء کو اپنی کساد بازاری کے خطرہ نے مخالفت پر تیار کیا ہے۔

نتائج و اثرات

برصغیر میں اسلام پر ابتلا کے بڑے بڑے مرحلے آئے، تاہم ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں سرہند سے شیخ احمد سرہندی کی آواز ابھری جس نے شہنشاہیت کے باطل ایوانوں میں زلزلے بپا کردیے۔ آپ کا جہاد اکبر اور جہانگیر دونوں کے ادوار میں جاری رہا۔ آخر کار خود کو سجدے کرانے والی شہنشاہیت ایک درویش کے قدموں میں سرنگوں

ہوگئی، کیونکہ شیخ احمد سرہندی کا جہاد ذاتی غرض کیلئے نہ تھا۔ آپ کو اقتدار کی پیشکش ہوئی لیکن آپ نے پائے حقارت سے اسے ٹھکرادیا۔ اکبر نے اپنی شہنشاہیت کی قوت و جبروت کی بنیاد پر دین الٰہی کی بنیاد رکھی لیکن آج اسکا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ شیخ احمد سرہندی نے زبان و قلم کے جہاد سے اقتدار کا تختہ نہیں الٹا بلکہ دلوں کی سلطنت کی کایاپلٹ کر رکھ دی۔ شیخ احمد سرہندی کی کامیابی کا پہلا قدم وہ ہے کہ جہانگیر خصوصی مجالس میں آپ سے وعظ و نصیحت سنتا ہے۔ اس کے بعد اگرچہ کسی سیاست یا بادشاہ کی عقیدت مندی کی وجہ سے شیخ احمد سرہندی لشکر میں زیر حراست رہے، لیکن اس سے لشکر میں ترویج شریعت کی روح پیدا ہوگئی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رہائی کے بعد آپ نے جہانگیر بادشاہ کو جو شرائط پیش کیں ان کو بادشاہ نے نہ صرف مانا، بلکہ ان کا بہت اثر ہوا مثلا سجدہ تعظیمی موقوف ہو گیا۔ گائے ذبیحہ کی آزادی مل گئی، گائے کا گوشت سر بازار فروخت ہونے لگا۔ منہدم مساجد دوبارہ تعمیر کی گئیں۔ محتسب، مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔ کفار پر جزیہ نافذ ہوا۔ خلاف شرح قوانین منسوخ کر دیے گئے۔ بدعات اور جاہلانہ رسوم مٹا دی گئیں۔ جہانگیر بادشاہ اپنی بدکرداری پر شرمندہ ہوا اور شیخ احمد سرہندی سے مغفرت کی دُعا کی التجا کی۔ آپ کی متبرک تحریک کے اثرات ہی تھے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور ۱۹۳۰ء میں مطالبہ پاکستان اور ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کی صورت میں نمودار ہوئے۔

❁ ❁ ❁